OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AIOU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

تفسیری روایات سے استفادہ واستدلال میں علامہ حمید الدین فراہیؒ کا منہج

Whether Mwalana Al-Farahi Consider the Prophetic Traditions as one of the primary sources in his Exegesis of the Quran

ڈاکٹر مبشر حسین
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شیخ زید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

Abstract

The Indian sub-continent witnessed several great scholars of Islam in the 19th and 20th centuries; although it was a time of the Indian Muslims' political and moral decline. Hamiduddin/Abdul Hamid al-Farahi (1863-1930), was one of the said scholars of the colonial India, who contributed to the Quranic sciences from several important respects and enriched the methodological approaches to the interpretation of the Quran. He was well acquainted with the prevailing scholarly tradition with regard to the methods adopted in the Quranic exegesis (i.e., the Tafsir literature) in particular, as he evaluated them in a scholarly manner. Hence, he took the lead to introduce some particular methodological principles for the interpretation of the Quran, including the principle of nazm al-Quran (the importance of the coherence of the Qurainc text in its interpretation). He could not produce the complete tafsir of the Quran, but his legacy continued by his several competent disciples including Mawlana Ameen Ahsan Islahi, who produced the Tadabbur-e Quran, a complete tafsir following the major principles of his mentor. Al-Farahi was of the opinion that the Quran is revealed in the Arabic language and, therefore, without the full command of the Arabic language the exegetes cannot reach the true meaning of the Quranic text. Focusing on his tafsir-principles such as the linguistic dimensions of the Quran, and the Nazm-e Quran etc., he disagreed with the mainstream mufassirin (the Muslim exegetes), on many occasions, and even his fundamental approach, as it seems to me, led him to overlook many Prophetic traditions which are very much related to the tafsir; although, some of the scholars do not agree with this point. This paper is an attempt to examine to what extent, if any, al-Farahi had employed the Prophetic traditions in his tafsir as a primary source of the Quranic interpretation.

علامہ حمید الدین/عبد الحمید فراہیؒ (1863ء۔1930ء) کا شمار اہل علم کے اس طبقہ میں ہوتا ہے جس نے خدمت قرآن کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر ڈالیں۔ علامہ فراہی نے علوم قرآن کے مختلف پہلوؤں پر گرانقدر سرمایہ فراہم کیا ہے۔ اس سلسلہ میں بشر ہونے کے ناطے ان سے بعض تسامحات بھی ہوئے ہیں جن کی طرف بعض اہل علم نے وقتاً فوقتاً توجہ مبذول کرائی ہے۔ تفسیر قرآن میں تفسیری روایات (احادیث، اقوال صحابہ وتابعین) کے حوالے سے انہوں

نے جو نقطہ نظر اپنی تحریروں میں پیش کیا ہے، زیر نظر مقالہ میں اس کا ناقدانہ جائزہ لیا گیا ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ مولانا فراہی کا نقطہ نظر جمہور اہل سنت کے نقطہ نظر کے مخالف ہے۔

تفسیری روایات اور جمہور سنی مفسرین

جمہور سنی مفسرین قرآن نے احادیث وآثار میں سے تفسیری روایات والے حصہ کی تفسیر قرآن کے باب میں کیا اہمیت بیان کی ہے، اس کی وضاحت مشہور سنی مفسر علامہ طبری کے مندرجہ ذیل اقتباس سے بخوبی ہوتی ہے۔آپ نے پہلے قرآن مجید کی سورۃ النحل کی دو آیات (یعنی: 44اور 64) نقل کی ہیں اور پھر ان کی توضیح میں آپ لکھتے ہیں:

قد تبين ببيان الله جل ذكره ان مما انزل الله من القرآن على نبيه ما لا يوصل الى علم تاويله الاببيان الرسول و ذلک تاويل جميع مافيه من وجوه امره و واجبه و ندبه و ارشاده، وصنوف نهيه و وظائف حقوقه و حدوده و مبالغ فرائضه و مقادير اللازم بعض خلقه لبعض وما اشبه ذلک من احكام أية التي لم يدرک علمها الاببيان رسول الله لامته و هذا وجه لا يجوز لاحد القول فيه الا ببيان رسول الله له تاويله بنص منه عليه او بدلالة قد نصبها دالة امته على تاويله''

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر جو قرآن نازل کیا ہے اس کے بعض حصے کی تاویل (تفسیر) صرف رسول کی تشریح (بیان) ہی سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اس میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جن میں وجوب یا استحباب کے درجے میں کوئی حکم دیا گیا ہے یا منع کیا گیا ہے یا حقوق اور حدود بیان کئے گئے ہیں یا فرائض یا بندوں کے باہمی معاملات کا تذکرہ ہے وغیرہ۔ ان آیات کے احکام کا علم صرف رسول کے بیان سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنی جانب سے ان کی تاویل کرے بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ ایسی تشریح اختیار کرے جسے اللہ کے رسولؐ نے صراحت سے بیان کیا ہے یا اس کی طرف اشارہ کیا ہے"۔ ([1])

اس لئے کہ قرآن مجید حضورؐ پر نازل ہوا ہے اور آپؐ ہی اس کے مطالب کو سب سے بڑھ کر سمجھنے والے ہو سکتے ہیں۔ پھر اس کی جو توضیحات اور تشریحات آپؐ فرماتے تھے، وہ بھی وحی کی روشنی میں فرماتے تھے۔

مولانا فراہیؒ کے نزدیک تفسیری روایات اور تفسیر قرآن میں ان کی اصولی حیثیت کا مسئلہ

مولانا فراہی احادیث نبویہؐ اور آثار صحابہ وتابعین سب کے لیے " تفسیری روایات " کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ احادیث وآثار کے علاوہ سابقہ اقوام کے ثابت شدہ اور متفق علیہ حالات اور گذشتہ انبیا کے موجود صحائف کا بھی ان کے ہاں وہی درجہ ہے جو احادیث اور آثار کا ہے۔ کیوں کہ وہ ان تمام چیزوں کو اصل (یعنی قرآن مجید) کے مقابلہ میں "فرع" کا نام دیتے ہیں۔ موصوفؒ فرماتے ہیں: "یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ قرآن اپنی تفسیر کے لئے ان فروع (یعنی حدیث، تاریخ، گذشتہ انبیاء کے محفوظ صحیفے) کا محتاج نہیں" ([2])

مولانا فراہیؒ کے ہاں تفسیر قرآن میں تفسیری روایات کی اصولی طور پر کیا حیثیت ہے؟ اس بارے میں ان کی رائے مختلف مقامات پر مختلف انداز میں بیان ہوئی ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی رائے کی وضاحت ان کے مختلف اقوال کو نقل کرنے کے بعد معلوم کرنے کی کوشش کی جائے۔ ذیل میں چند ایسے اہم اقتباسات ملاحظہ فرمایئے۔

(1) "مجھ پر یہ حقیقت واضح ہوئی کہ پہلی چیز جو قرآن کی تفسیر میں مرجع کا کام دے سکتی ہے وہ خود قرآن ہے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا فہم ہے۔ پس میں اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ مجھے سب سے پسند وہی تفسیر ہے جو پیغمبرؐ اور صحابہ سے منقول ہے"۔ ([3])

(2) "احادیث و روایات کے ذخیرہ سے صرف وہی چیزیں لینی چاہئیں جو نظم قرآن کی تائید کریں نہ کہ اس کے تمام نظام کو درہم برہم کر دیں۔۔۔۔ جو شخص قرآن مجید کو سمجھنا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ روایات کے ذخیرہ میں سے ان روایات کو نہ لے جو اصل کو ڈھانے والی ہوں۔ بعض روایتیں ایسی ہیں کہ اگر ان کی تاویل نہ کی جائے تو ان کی زد براہ راست اصل پر پڑتی ہے اور ان سے سلسلۂ نظم درہم برہم ہو جاتا ہے"۔ ([4])

(3) "سب سے زیادہ تعجب ان لوگوں پر ہے جو ایسی روایتیں تک قبول کر لیتے ہیں جو نصوص قرآن کی تکذیب کرتی ہیں مثلاً حضرت ابراہیمؑ کے جھوٹ بولنے کی روایت یا محمد ﷺ کے خلافِ وحی قرآن پڑھ دینے کی روایت۔ اس طرح کی روایات کے بارہ میں ہم کو نہایت محتاط ہونا چاہیے۔ صرف وہ روایتیں قبول کرنی چاہئیں جو قرآن کی تصدیق و تائید کریں۔" ([5])

(4) "یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ قرآن اپنی تفسیر کے لئے ان فروع (یعنی احادیث، قوموں کے ثابت شدہ اور متفق علیہ واقعات اور گذشتہ انبیاء کے صحیفے) کا محتاج نہیں ہے۔ وہ تمام کتابوں کے لئے خود مرکز و مرجع کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور جہاں کہیں اختلاف واقع ہو تو اسی کی روشنی جھگڑے کو چکانے والی بنے گی لیکن اگر تم کو قرآن مجید کی تصدیق و تائید کی ضرورت ہو تو ان فروع کی مراجعت سے تمہارے ایمان و اطمینان میں اضافہ ہوگا"۔ ([6])

(5) "میرے نزدیک سب سے زیادہ بے خطر راہ یہ ہے کہ استنباط کی باگ قرآن مجید کے ہاتھ میں دے دی جائے۔ اس کا نظم و سیاق جس طرف اشارہ کرے اسی طرف چلنا چاہیے"۔ ([7])

مذکورہ بالا اقتباسات کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ مولانا فراہی کے ہاں:

1. تفسیر قرآن میں مرجع و اصل کی حیثیت صرف اور صرف قرآن کو حاصل ہے، البتہ احادیث و آثار وغیرہ کو تائید و تصدیق کے لئے پیش کیا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ فرع کے درجہ میں ہیں۔ اس لیے ایسی روایات قابل قبول نہیں جو نصوص قرآن کی تکذیب کرتی ہوں، بلکہ صرف وہ روایات قابل قبول ہوں گی جو قرآن کی تصدیق و تائید کریں۔

2. سب سے پسندیدہ تفسیر وہی ہے جو آنحضرت ﷺ اور صحابہ سے مروی ہو مگر ایسی تفسیر کی پشت پر موجود روایات کی صحت اسی صورت معتبر سمجھی جا سکتی ہے جب وہ قرآن اور نظم قرآن کے ساتھ مطابقت رکھتی ہوں۔ اس لیے احادیث وآثار کے ذخیرہ سے وہی تفسیری روایتیں لینی چاہئیں جو نظم قرآن کی تائید کریں۔[8]

گویا مولانا کے نزدیک احادیث وآثار کو زیادہ سے زیادہ تائید کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تائید کا معنی ومفہوم یہی ہے کہ اگر انہیں نہ بھی پیش کیا جائے تو قرآن کی تفسیر میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسی طرح یہاں "نظم قرآن" سے متعارض روایات کی تطبیق وتوجیہ کی بجائے انہیں رد کر دینے پر زور دیا گیا ہے جو محل نظر ہے۔ پھر اس کے بعد ان کا یہ کہنا کہ "مجھے سب سے پسند وہی تفسیر ہے جو پیغمبر ﷺ اور صحابہ سے منقول ہو" بھی اپنے منطقی نتیجہ کے اعتبار سے یقینا محل نظر ٹھہرتا ہے۔

مولانا فراہیؒ نے چونکہ "نظم قرآن" کو فوائد کے درجہ سے بڑھا کر "اصول" کی حیثیت دے دی ہے[9] اور اس اصولی حیثیت کی رو سے مولانا فراہیؒ کے ہاں قرآن مجید کی تفسیر قرآن کے داخلی وسائل/مصادر (یعنی سیاق وسباق، لغت قرآن، کلام عرب وغیرہ) سے کرتے ہوئے عقل انسانی ہی کو معیار بنا لیا جاتا ہے اور قرآن کی تفسیر کے خارجی وسائل/مصادر (یعنی احادیث، آثار صحابہ واقوال تابعین وغیرہ) کو اس وقت تک خارج از بحث رکھا جاتا ہے جب تک کہ نظم قرآن کی رعایت کرتے ہوئے ایک تفسیری رائے قائم نہیں کر لی جاتی۔ پھر اس کے بعد تفسیری روایت کی چھان پھٹک کی جاتی ہے اور جو روایات اس تفسیر سے مطابقت کر جائیں (خواہ وہ ضعیف اور موضوع ہی کیوں نہ ہوں) انہیں قبول کر لیا جاتا ہے اور جو اس نظم کو درہم برہم کرتی ہوں انہیں رد کر دیا جاتا ہے، خواہ وہ بخاری ومسلم کی روایتیں ہی کیوں نہ ہوں۔ اس لحاظ سے تفسیر قرآن میں روایات کی اہمیت کم ہو جاتی ہے اور اس سے استفادے کا انداز بالکل بدل جاتا ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ جمہور علمائے اہل سنت کے انداز کے بالکل برعکس اور مخالف ہو جاتا ہے تو اسے مبالغہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

علاوہ ازیں مولانا فراہی کے نزدیک تفسیری روایات سے استفادہ کی نوعیت کو مزید سمجھنے کے لیے اس کے کچھ اہم پہلوؤں پر ذیل میں روشنی ڈالی جائے گی۔

مولانا فراہی کے نزدیک تفسیری روایات سے استفادہ کی نوعیت

مولانا فراہی کے چند اقتباسات کی روشنی میں ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ ان کے نزدیک تفسیر قرآن میں روایات کو تائید وتصدیق کی حد تک پیش کیا جا سکتا ہے۔ خود مولانا نے اپنے اس اصول کو کئی آیات کی تفسیر میں عملاً اختیار کیا ہے۔ یعنی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے ان سے حاصل ہونے والے مفہوم کی تصدیق وتائید میں مولانا روایات کو پیش کرتے ہیں۔ مناسب ہوگا کہ یہاں اس کی چند مثالیں بھی پیش کر دی جائیں۔

1۔ سورۂ کوثر میں آیت اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا فراہی اس سورۃ کے شان نزول کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

"مدینہ ہجرت کے بعد قریش کو خیال ہوا کہ آں حضرت ﷺ نے رشتۂ رحم کاٹ کر ایک طرف عرب کے معزز ترین خاندان کی تمام عظمتوں اور حمایتوں سے اپنے کو محروم کر لیا، دوسری طرف تولیت کعبہ کی عزت و سعادت بھی اپنے ہی ہاتھوں برباد کر دی۔ اس طرح آپ کی حیثیت شاخِ بریدہ کی ہو گئی۔ اس آیت کے ذریعے ان کے خیال کی تردید کی گئی"۔ ([10])

اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں:

"لغت اور نظم کلام کے علاوہ روایت سے بھی اس مطلب کی تائید ہوتی ہے"۔ ([11])

2۔ اسی طرح آیت "ظل ذی ثلاث شعب" کی تفسیر میں ایک روایت سے استشہاد کرتے ہوئے مولانا رقم طراز ہیں کہ

"ابو عبد اللہ جدلی فرماتے ہیں : "عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ کتاب میں ہم پاتے ہیں کہ قیامت کے دن جہنم سے ایک گردن نمودار ہو گی اور جب وہ لوگوں کے سامنے آئے گی تو کہے گی اے لوگو! میں تین قسم کے لوگوں کے پاس بھیجی گئی ہوں؛ خدا کا شریک ٹھہرانے والا، جبار و سرکش اور متمرد شیطان (ابن ابی حاتم)"۔ مجھے خیال ہوتا ہے کہ یہاں عبد اللہ بن عمر نے جن تین جماعتوں کا ذکر فرمایا ہے وہ آیت ذیل سے اخذ کر کے فرمایا ہے:

﴿القیا فی جهنم کل کفار عنید مناع للخیر معتد مریب الذی جعل مع الله الٰها آخر﴾" ([12])

3۔ اسی طرح آیت "وفی اموالهم حق للسائل و المحروم" کی تفسیر میں مولانا لکھتے ہیں:

"قتادہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "وہ مسکین جو لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے" زہری فرماتے ہیں کہ "محروم کے معنی خود دار کے ہیں"۔ ان حضرات کی نظر غالباً اس آیت پر ہے:

﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾۔ ([13])

مذکورہ بالا چند مثالیں اس لیے پیش کی گئی ہیں کہ کہیں مولانا فراہی کے بارے میں "منکر حدیث" کی تہمت نہ لگا دی جائے۔[14] مقالہ نگار کی رائے میں مولانا فراہی یقیناً منکر حدیث نہیں تھے تاہم تفسیرِ قرآن میں احادیث سے استفادے کی جو صورت / نوعیت انہوں نے اختیار فرمائی وہ جمہور مفسرین یا جمہور اہل علم کے اصولوں سے بہرحال مطابقت نہیں رکھتی۔

تفسیری روایات پر نقد وجرح کی بنیاد اوران کی شرائط قبولیت

مولانا فراہی نے تفسیری روایات پر جابجا تنقید کی ہے، اور تنقید کے دوران اکثر ایسی تصریحات دی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک سند کی بہت اہمیت ہے اور بعض اوقات وہ روایت کو اس لئے قبول نہیں کرتے کیونکہ ان کی سندیں نہایت ضعیف ہوتی ہیں۔اس سلسلہ میں چند مثالیں ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

1. سورۃ عبس کے شان نزول کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم کی آنخضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر، جب کہ آپ کچھ کفار سرداروں سے محو گفتگو تھے، قرآن کی تعلیم دینے کی درخواست کرنے سے متعلقہ مشہور روایت کے ضمن میں فراہیؒ نقل کرتے ہیں:

"ان تمام روایت پر غور کرنے سے ایک امر واضح ہے کہ یہ سب روایتیں ایسے لوگوں سے مروی ہیں جن میں سے کوئی بھی شریک واقعہ نہیں تھا۔ پس اگر ان کی صحت تسلیم بھی کر لی جائے تو بھی ان کی نوعیت استنباط کی ہو گی خبر کی نہ ہو گی۔ پھر ان میں باہم دگر اس قدر اختلاف ہے کہ ان کی حیثیت صرف اوہام کی رہ جاتی ہے۔ واہمہ نے ایک تاویل اختراع کی اور جھٹ اس کے لئے ایک قصہ کا جامہ تراش لیا گیا اور اس کی نسبت ان لوگوں کی طرف کر دی گئی جن کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ باعتبار سند یہ تمام روایتیں ضعیف ہیں، ان میں سے ایک روایت بھی قابل اعتماد نہیں"۔ ([15])

2. لفظ "أبّاً" کی بحث میں مولانا فراہی فرماتے ہیں:

"پس یہ بات کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتی کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر جیسا کہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے، اس لفظ سے ناواقف تھے۔ اس روایت کا پہلا حصہ منقطع ہے اور دوسرا حصہ مضطرب۔" ([16])

اہل علم جانتے ہیں کہ لفظ منقطع اور مضطرب علم حدیث میں ضعیف روایات کے لئے دوالگ الگ اصطلاحات ہیں۔

3. واقعہ ابرہہ کے حوالے سے مولانا فراہی لکھتے ہیں:

"ابرہہ کے حملے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ وہ عربوں سے ناراض ہو گیا تھا اس وجہ سے اس نے مکہ پر حملہ کر دیا۔ لیکن حملہ کے اس سبب اور اہل مکہ کے فرار اور ابرہہ و عبد المطلب کی گفتگو سے متعلق جو حالات و واقعات بیان کئے گئے ہیں سب یک قلم بے بنیاد ہیں، ازروئے سند ان میں سے ایک روایت بھی قابل اعتماد نہیں ہے۔ یہ تمام روایات ابن اسحاق پر ختم ہوتی ہیں اور اہل فن کے نزدیک یہ امر طے شدہ ہے کہ وہ یہود اور غیر ثقہ راویوں سے روایت کرتے ہیں۔ نیز دوسری روایات سے بھی ان کی تردید ہوتی ہے۔" ([17])

4. واقعہ اصحاب الفیل کے حوالے سے مولانا فراہی رقم طراز ہیں:

"اصحاب الفیل کا اجمالاً اور تفصیلاً دونوں طریقہ سے بیان کیا گیا ہے، اجمالاً تو خود قرآن مجید نے بیان کر دیا ہے اور اس کی تفصیلی شکل وہ ہے جو مختلف قسم کی صحیح و ضعیف روایات سے اخذ کر کے تفسیروں میں پیش کی گئی ہے۔ مفسرین عموماً قصہ کی تمام تفصیلات روایات سے اخذ کر کے بیان کرتے ہیں اور ضعیف و قوی روایات میں کوئی فرق نہیں کرتے۔

یہ شکل مضر اور عموماً صحیح تاویل تک پہنچنے میں مانع ہوتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ واقعہ کی اصلی شکل روایات سے بالکل الگ کر کے دیکھی جائے۔ اس کے بعد روایات پر نظر ڈالی جائے اور کمزور روایات کو صحیح روایات سے چھانٹ کر الگ کیا جائے" (18)

گویا روایات سے بالکل الگ ہو کر واقعہ کی جو اصلی شکل سمجھ آئے اور جو روایات اس پر فٹ بیٹھیں وہ تو صحیح سمجھ کر قبول کر لی جائیں اور جو اس سے متعارض اور مخالف محسوس ہوں انہیں ضعیف شمار کیا جائے۔ مولانا فراہی کا تفسیری روایات کی صحت و ضعف کا یہ معیار ان کا ذاتی مطالبہ ہے ورنہ جمہور محدثین، مفسرین اور فقہاے امت نے صحت و ضعف کا یہ انداز یا معیار اختیار نہیں کیا۔ البتہ جمہور اہل علم نے روایات کی سند کو ان کی صحت کی جانچ پڑتال کے لیے بنیادی ذریعہ تسلیم کرتے ہوئے ان اسناد پر ان کے راویوں اور بیانِ واقعہ وغیرہ کے لحاظ سے بحث ضرور کی ہے۔ اس طرح کی تفصیلی بحث مولانا فراہیؒ کی تحریروں میں نہیں ملتی۔

متضاد تفسیری روایات میں تطبیق وترجیح کے اصول

کتب تفاسیر میں ایک ایک آیت کے تحت متعدد متضاد روایتیں اکٹھی کر دی جاتی ہیں، اندریں صورت کس قسم کی روایت کو قبول کیا جائے اور کس قسم کی روایت کو قبول نہ کیا جائے؟ یا ان میں ترجیح اور تطبیق کی کیا صورت اپنائی جائے، اس سلسلہ میں مولانا فراہی بھی جمہور اہل علم کے اصول تطبیق وترجیح کو بعض اوقات استعمال میں لاتے ہیں۔ مثلاً سورۂ کوثر کی تفسیر کے سلسلہ میں مولانا فراہی نے پہلے "کوثر" کے بارے میں ائمہ سلف کے اقوال بیان کیے ہیں، پھر یہ بتایا ہے کہ ان سب کا مرجع ایک جامع حقیقت ہے اور وہ یہ کہ

"تمام اقوال کے جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں صرف دو مذہب ہیں۔ ایک یہ کہ کوثر سے کوئی خاص چیز مراد لی جائے یعنی حوض، محشر، نہر جنتیا حکمت یا قرآن وغیرہ۔ دوسرا مذہب یہ کہ یہ عام ہے۔ ہر چیز جس میں خیر کثیر ہو اس میں داخل ہے۔" (19)

پھر فرماتے ہیں:

"بعض لوگوں نے دونوں میں تطبیق کی کوشش کی ہے۔ (مثال کے طور پر سعید بن جبیرؒ کا قول پیش کیا ہے جسے بخاری نے نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔) اب اگر قرآن اور حدیث کے درمیان کامل تطبیق کے لئے یہ کہا جائے کہ جو کوثر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو

اس دنیا میں عطا فرمایا ہے وہی اپنی حقیقی شکل میں موقف کا حوض اور جنت کی نہر ہے تو یہ تطبیق زیادہ بہتر ہو گی اور باعتبار تاویل بھی یہ تاویل زیادہ مناسب اور خوب صورت ہے" ([20])

اس کے بعد مولانا نے چند ارشادات میں کوثر، جنت اور خانہ کعبہ میں مختلف اعتبارات سے مشابہت دکھاتے ہوئے لکھا ہے کہ کوثر خانہ کعبہ اور اس کا ماحول ہے اور جنت کی نہر کوثر خانہ کعبہ اور اس کے ماحول کی روحانیت کی تصویر ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"معراج میں جو نہر کوثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشاہدہ کرائی گئی تھی اس کی صفات پر جو شخص بھی غور کرے گا اس پر حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ نہر کوثر در حقیقت کعبہ اور اس کے ماحول کی روحانی مثال ہے۔" ([21])

مولانا فراہی نے کوثر سے متعلقہ تفسیری روایات میں جمع و تطبیق کے بعد جو خانہ کعبہ کو کوثر کی حقیقی صورت اور نہر کوثر کو اس کی روحانی مثال قرار دینے کا رجحان ظاہر کیا ہے یہ جمہور اہل علم کے موقف کے مطابق صحیح نہیں، کیوں کہ نہر کوثر کو صحیح احادیث میں حقیقی طور پر ایک نہر/دریا قرار دیا گیا ہے، اس لیے جمہور مفسرین اسے حقیقت ہی پر محمول کرتے ہیں۔[22]

ابو لہب کی بیوی کے لئے سورۂ لہب میں حمّالۃ الحطب کے الفاظ آئے ہیں جن کی تفسیر میں مفسرین نے کئی ایک تفسیری روایات نقل کی ہیں۔ مولانا فراہیؒ نے ان روایات میں رد و قبول اور ترجیح کے اصول مد نظر رکھتے ہوئے ان پر یوں محاکمہ کیا ہے:

"مطلب یہ کہ ابو لہب کی بیوی بھڑکتی آگ میں پڑے گی اور اس وقت اس کی حالت ایندھن ڈھونے والی لونڈی کی سی ہو گی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ دنیا میں ایندھن ڈھوتی تھی۔ یہ تاویل نہ صرف بعید بلکہ بالکل غلط ہے۔۔۔ بعض لوگوں نے ایک دوسرا مذہب اختیار کیا، وہ کہتے ہیں کہ ابو لہب کی بیوی چغل خور تھی۔ اس بری عادت کو حمالۃ الخطب سے بطریق کنایہ ظاہر کیا گیا ہے۔۔۔۔ لیکن جب کلام کو حسن تاویل کے ساتھ ظاہر پر محمول کرنا ممکن ہو تو مجازی معنی لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔

اسی طرح بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ کے راستے میں کانٹے بچھاتی تھی، اس وجہ سے اس کو "حمالة الخطب" کہا گیا۔ ابن جریر کا یہی مذہب ہے لیکن یہ تاویل بھی بہت بعید از قیاس ہے۔ راستہ میں کانٹے بچھانے والے کو حامل الخطب کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔" ([23])

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ مولانا کے نزدیک تفسیری روایات میں سے اسے قبول کرنا یا ترجیح دینی چاہیے جو لغت اور حسن ظن کے موافق ہو، مخالف نہ ہو۔

شان نزول سے متعلقہ تفسیری روایات کی اصولی حیثیت

اس سلسلہ میں مولانا فرماتے ہیں کہ

> "شان نزول کا مطلب جیسا کہ بعض لوگوں نے غلطی سے سمجھا ہے، یہ نہیں ہے کہ وہ کسی آیت یا سورہ کے نزول کا سبب ہوتا ہے بلکہ اس سے مراد لوگوں کی وہ حالت و کیفیت ہوتی ہے جس پر وہ کلام بر سر موقع حاوی ہوتا ہے۔ کوئی سورہ ایسی نہیں ہے جس میں کسی خاص امر یا چند خاص امور کو مد نظر رکھے بغیر کلام کیا گیا ہو اور وہ امر یا امور جن کو کسی سورہ میں مد نظر رکھا جاتا ہے اس سورہ کے مرکزی مضمون کے تحت ہوتے ہیں، لہٰذا اگر تم کو شان نزول معلوم کرنی ہو تو اس کو خود سورہ سے معلوم کرو کیوں کہ کلام کا اپنے موقع و محل کے مناسب ہونا ضروری ہے۔" [24]

یہ تو تھی مولانا کے ہاں شان نزول کی تعریف، باقی رہا شان نزول کے سلسلہ میں مروی روایات کا مسئلہ تو اس سلسلہ میں مولانا رقم طراز ہیں:

> "شان نزول خود قرآن کے اندر سے اخذ کرنی چاہیے اور احادیث و روایات کے ذخیرہ سے صرف وہ چیزیں لینی چاہئیں جو نظم قرآن کی تائید کریں نہ کہ اس کے تمام نظام کو درہم برہم کر دیں۔ پھر سب سے زیادہ لائق اہتمام وہ شان نزول ہے جو خود نظم قرآن سے مترشح ہو رہی ہے۔ اس کو پوری مضبوطی سے پکڑو کیوں کہ جب کوئی حکم عام کسی خاص حالت و صورت میں نازل ہوتا ہے تو وہ حالت و صورت اس حکم کی حکمت و علت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔" [25]

شان نزول کے حوالے سے مروی روایات میں اگرچہ صحیح، ضعیف، مرفوع، موقوف ہر طرح کا اختلاط ہے لیکن مولانا فراہی ان میں چھان پھٹک کے لئے محدثانہ اصولِ صحت و ضعف کو مد نظر رکھنے کی بجائے نظم قرآن کو کسوٹی قرار دیتے ہیں جیسا کہ مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے۔ پھر اس سے بڑھ کر مولانا فراہی شان نزول سے متعلقہ تفسیری روایات کو سلف کے اقتباسات قرار دیتے ہیں۔ مثلاً فرماتے ہیں:

> "چونکہ آیت کے مصداق کے بارہ میں سلف کے قیاسات کو لوگ بالعموم خبر و روایت کی حیثیت دے دیتے ہیں اس وجہ سے اتنی مختلف اور متضاد روایات جمع ہو جاتی ہیں کہ ان کے انبار میں اصل حقیقت بالکل کھو جاتی ہے۔: ؎ شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا
> پھر مزید ستم یہ ہوتا ہے کہ اس انبار میں ملحدین کے وسائس بھی شامل ہو کر انڈے بچے دے دیتے ہیں۔" [26]

شان نزول سے متعلقہ تفسیری روایت کو سلف کے قیاسات قرار دینے کی وجہ سے انہوں نے کئی مواقع پر تفسیری روایات کو نظر انداز بھی کیا ہے مثلاً روایات میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ بالعموم ہر روز عصر کے بعد تمام

ازواج مطہرات کے یہاں چکر لگاتے تھے۔ایک موقع پر ایسا ہوا کہ آپ حضرت زینب بنت جحش کے یہاں جا کر زیادہ دیر تک بیٹھنے لگے کیوں کہ ان کے ہاں کہیں سے شہد آیا تھا اور حضور ﷺ کو شیریں چیز بہت پسند تھی، اس لیے آپ ان کے ہاں شہد کا شربت نوش فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھ کو اس پر رشک لاحق ہوا، اور میں نے حضرت حفصہ ، حضرت سودۃ اور حضرت صفیہ سے مل کر یہ طے کیا کہ ہم میں سے جس کے ہاں بھی آپ ﷺ آئیں وہ آپ سے یہ کہے کہ آپ کے منہ سے مغافیر (ایک بوٹی) کی بو آتی ہے۔ جب متعدد بیویوں نے آپ ﷺ سے یہ کہا تو آپ ﷺ نے عہد کیا کہ اب یہ شہد استعمال نہیں فرمائیں گے۔ (27)

مولانا فراہی روایات کا اتنا حصہ تو قبول کر لیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے شہد نوش کرنا ترک فرما دیا تھا مگر بقیہ حصے کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کا سبب وہ صرف یہ بتاتے ہیں کہ آپ ﷺ کی بعض ازواج کو شہد نامرغوب تھا، اس لئے آپ ﷺ نے ان کی خوشی کے لئے اسے ترک کر دیا۔[28] مولانا فراہیؒ فرماتے ہیں:

> "عورتیں اپنے ضعف اور ذکاوتِ حس کی وجہ سے اکثر ایسا ہوتا کہ بعض کھانے کی چیزیں ناپسند کرتی ہیں۔ یہ عام نسوانی فطرت امہات المومنین میں بھی موجود تھی۔ ان میں سے کسی کسی کو بعض چیزیں طبعاً نامرغوب تھیں۔ ہو سکتا ہے کہ کسی کو شہد (جیسا کہ روایات میں مراد ہے) ناپسند رہا ہو۔ بالخصوص شہد کی بعض قسمیں اپنی بو اور مزے کی تلخی کی وجہ سے ایسی ہوتی بھی ہیں کہ ہر شخص ان کو پسند نہیں کر سکتا۔ آنحضرت ﷺ کو شہد بہت مرغوب تھا لیکن جب آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ آپ کی ازواج میں سے بعض کو ناپسند ہے تو آپ نے ترک فرما دیا۔" (29)

حالانکہ اس روایت میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو بداہتہً غلط ہو۔ حضرت عائشہ کی طرف سے جو کچھ مظاہرہ ہوا وہ دوسری بیوی کے شوہر سے زیادہ قریب ہوتے محسوس کر کے محض رشک کا ایک اظہار تھا اور یہ ایک فطری بات تھی۔

حاصل بحث

اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ تفسیر قرآن کے سلسلہ میں تفسیری احادیث/روایات کو جتنی اہمیت جمہور اہل سنت نے دی تھیں مولانا فراہی نے انہیں اتنی اہمیت نہیں دی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تفسیری روایات کا جو ذخیرہ اس وقت موجود ہے، اس کا ایک قابل ذکر حصہ ضعیف و موضوع روایات پر مشتمل ہے لیکن اس بنیاد پر تفسیر قرآن میں تمام تفسیری روایات سے صَرف نظر کر لینا یا ان کی جانچ پڑتال کے لیے معتمد علماے امت کے وضع کردہ اصولوں سے کام لینے کی بجاے محض عقل اور لغتِ عرب کو معیار بنا لینا درست نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ اس بنیادی ذخیرہ سے پوری طرح استفادہ کیا جائے اور ان کی چھان پھٹک کے لئے ان اصولوں کو ضرور اہمیت دی جائے جو بڑے بڑے ائمہ نے قائم کئے ہیں۔ اس لحاظ سے بخاری و مسلم اور دیگر کتب احادیث کی جن احادیث کو علماے امت نے صحیح قرار دیا ہے، انہیں محض نظم قرآن کے مخالف کہہ کر نظر انداز کر دینا محل نظر معلوم ہوتا ہے۔ تفسیری روایات کی اہمیت کو گھٹانے کے لئے مکتب فراہی کی طرف سے امام احمد بن حنبلؒ کے اس قول کا بھی سہارا لیا جاتا ہے:

"ثلاثة كتب لا اصل لها: المغازی، و الملا حم و التفسیر" ([30])

"تین قسم کی کتابوں کی کوئی اصل نہیں: مغازی، ملاحم، تفسیر"

حالانکہ، امام احمدؒ کے اس قول کی تشریح میں امام زرکشی لکھتے ہیں:

"قال المحققون من اصحابه: مراده ان الغالب انه لیس لها اسانید صحاح متصلة و الافقد صح من ذلک کثیر کتفسیر الظلم با لشرک فی اٰیة الانعام و الحساب الیسیر بالعرض والقوة بالرمی فی قوله: و اعدو ا لهم ما استطعتم من قوة" ([31])

"امام احمدؒ کے بعض محقق شاگردوں نے کہا ہے کہ امام احمد کے اس قول سے مراد یہ ہے کہ تفسیر کی بیشتر روایات صحیح و متصل سندوں سے مروی نہیں ہیں َ ورنہ صحیح روایات کی تعداد بھی کافی ہے۔ مثلاً وہ روایت جو آیة الانعام میں وارد لفظ "ظلم" کی تفسیر شرک سے کرتی ہے۔ یا وہ روایت جو آیت "حساب یسیر" کی تفسیر عرض سے کرتی ہے یا وہ روایت جو آیت "واعد و ا لهم ما استطتم من قوة" کی تفسیر "رمی" سے کرتی ہے۔"

اس لیے اگرچہ تفسیر قرآن کے باب میں بہت سی روایات ضعیف اور موضوع پائی جاتی ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ اس باب میں صحیح روایات بالکل موجود ہی نہیں، بلکہ ایک خاطر خواہ تعداد میں صحیح روایات بھی موجود ہیں اور جمہور علماے امت نے ان صحیح روایات سے بھی تفسیر قرآن میں ترجیحی بنیادوں پر استفادہ کیا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 ۔ محمد بن جریر طبری، "جامع البیان فی تاویل آی القرآن"، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2000، ج1، ص74۔
Muḥammad b. Jarīr Ṭabarī, Jāmiʿ al-Bayān Fī Taʾwīl Āy al-Qurʾān (Berut: Muassasat al-Risāla, 2000), 1:74.

2 ۔ فراہی، حمید الدین (عبد الحمید)، مقدمہ تفسیر نظام القرآن مترجم، اصلاحی، امین احسن، طبع، دائرہ حمیدیہ، سرائے میر اعظم گڑھ، 1990ء، (ص40)۔
Hameed-ud-Deen Al-Farāhī, Muqaddima Tafsīr Nizām al-Qurʾān (Urdu translation by Ameen Aḥsan Islāḥī) (Azam Garh: Dā'era Ḥamīdiyya, 1990), 40.

3 ۔ ایضاً، ص35
Ibid. 35.

4 ۔ ایضاً، ص38،39
Ibid. 38, 39.

5 ۔ ایضاً، ص39
Ibid. 39.

[6] ۔ ایضاً، ص40

Ibid.40.

[7] ۔ ایضاً، ص51

Ibid. 51.

[8] ۔ اس سلسلہ میں مزید تفصیل کے لیے دیکھیے، ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، "مولانا فراہیؒ اور تفسیری روایات"، در: (مجموعہ مقالات بہ عنوان:)علامہ حمید الدین فراہیؒ: حیات وافکار، دائرہ حمیدیہ، انڈیا، طبع 1992، ص 302-303۔

See for instance, Muḥammad Razi-ul Islām Nadvī, "Mawlāna Farāhī avr Tafsirī Riwayāt". cited in, Allāma Ḥamīduddīn Farāhī: Hayāt wa Afkār (Azam Garh: Dā'era Ḥamīdiyya, 1992), 302-303.

[9] ۔ اس سلسلہ میں تفصیل کے لیے دیکھیے، مبشر حسین، "تفسیر میں نظم قرآن کی استدلالی حیثیت" سہ ماہی تحقیقات اسلامی، ادارہ تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، انڈیا، جلد 26، شمارہ 3،4 (جولائی-ستمبر 2007، اکتوبر-دسمبر 2007)۔

See for detail, Mubasher Ḥussain, "Tafsīr-e Quran me Nazm-e-Quaran kī Istidlālī Ḥysiyyat", in Taḥqīqāt-e-Islāmī (India, Idāra Taḥqīqāt-e-Islāmī), Vol. 26, No. 3,4, July-September and October-December 2007.

[10] ۔ تفسیر نظام القرآن، ص452

Farāhī, Tafsīr Nizām al-Qurʾān, 452.

[11] ۔ ایضاً

Ibid.

[12] ۔ ایضاً، ص240-241

Ibid. 240-41.

[13] ۔ ایضاً، ص107

Ibid. 107.

[14] اس بحث میں مقالہ نگار نے محمد رضی الاسلام ندوی کے درج ذیل مقالہ سے بھی استفادہ کیا ہے جس میں انہوں نے بھی مولانا فراہی" کی تحریروں سے مذکورہ بالا مثالیں نقل کی ہیں اور ان سے وہی نتیجہ اخذ کیا ہے جس کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا ہے۔ دیکھیے: ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، "مولانا فراہیؒ اور تفسیری روایات"، در: (مجموعہ مقالات بہ عنوان:) علامہ حمید الدین فراہیؒ: حیات وافکار، دائرہ حمیدیہ، انڈیا، طبع 1992، ص308۔

Muḥammad Razi-ul Islām Nadvī, "Mawlāna Farāhī avr Tafsirī Riwayāt". cited in, Allāma Ḥamīduddīn Farāhī: Hayāt wa Afkār (Azam Garh: Dā'era Ḥamīdiyya, 1992), 308.

[15] ۔ ایضاً، ص258

Ibid. 258.

[16] ۔ ایضاً، ص383

Ibid.383.

[17] ۔ ایضاً، ص270

Ibid. 270

[18] ۔ ایضاً، ص382

Ibid. 382.

[19] ۔ ایضاً، ص417

Ibid.417.

[20] ۔ ایضاً، ص418

Ibid. 418.

[21] ۔ ایضاً، ص421

Ibid. 421.

[22] ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے، ندوی، "مولانا فراہیؒ اور تفسیری روایات"، ص314-315۔

Ibid. 314-15.

[23] ۔ ایضاً، ص502

Ibid. 502.

[24] ۔ ایضاً، ص37،38

Ibid. 37-38.

[25] ۔ ایضاً، ص38

Ibid. 38.

[26] ۔ ایضاً، ص167

Ibid. 167.

[27] ۔ بخاری، امام، محمد بن اسماعیل البخاری، م256ھ، صحیح بخاری: کتاب التفسیر، کتاب الایمان والنزور، کتاب الطلاق، ط، دار السلام ریاض، 1998ء۔

Muḥammad b. Ismā'īl al-Bukhārī, Al Jāmi' al-Ṣaḥīh (Riyaz: Darussalam, 1998).

[28] ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے، ندوی، "مولانا فراہیؒ اور تفسیری روایات" ص319۔320۔

Nadvī, "Mawlāna Farāhī avr Tafsirī Riwayāt", 319-20.

[29] ۔ تفسیر نظام القرآن، ص170

Farāhī, Tafsīr Nizām al-Qurʾān, 170.

[30] ۔ زرکشی، امام، بدر الدین محمد بن عبداللہ الزرکشی البرھان فی علوم القرآن، دار الکتب العربیۃ، بیروت، جلد 2، ص152۔

Badr al-Dīn al-Zarkashī, Al-Burhān fī 'Ulūm al-Qur'ān (Berut: Darul Kutub Al-Arabiyya, 2nd ed. N.D.), vol.2, p152.

[31] ۔ ایضاً

Ibid.